لسانیاتی تنقید کی خشت اول: ڈاکٹر محی الدین قادری کے لسانیاتی افکار

ڈاکٹر ساجد جاوید*

Abstract:

Origin of Urdu Language has been a bone of contention since long among Urdu linguistic circles. The debates may be divided in two main categories, the linguists and amature scholars.This article explores the works of Dr. Mohayyuddeen Qadri Zor, who belongs to the former category. He is the foremost scholar who laid the foundation of Historical and Applied Linguistics in Urdu.

اردو زبان دنیا کی منفرد زبانوں میں سے ایک ہے جس کی ابتدا اور تشکیل کے بارے میں نزاعی مباحث تا حال جاری ہیں۔ تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو مطالعے میں آتا ہے کہ اس زبان کی تشکیل پذیری، دوسری مقامی زبانوں سے صوتی، صرفی اور نحوی مماثلتوں اور لسانی اشتراکات نے اس کو ہندوستان کے ہر اہم علاقے کی مقامی زبان بنا دیا تھا، جس کی وجہ سے ماہرین السنہ ابہام کا شکار رہے ہیں۔ اردو میں تاریخی لسانیات (Historical Linguistics) پر تحقیق بہت پرانی نہیں۔ سب سے پہلے ڈاکٹر جان گل کرسٹ کے ہاں اس زبان کے آغاز کے بارے میں سنجیدہ نقطہ نظر دیکھنے میں آیا۔ انہوں نے اپنے کتاب "A Dictionary, English & Hindoostanee" (۱۷۸۶ء) کے دیباچے میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ اردو زبان کے آغاز کا بڑا اہم تعلق برج بھاشا سے بنتا ہے۔(۱) اس کے بعد ماہرین السنہ نے اس طرف غور وفکر شروع کیا اور مزید نزاعی مباحث تاریخی لسانیات کی تاریخ کا حصہ بنتے چلے گئے۔ اس زبان پر لسانی تحقیق کو ہم دو گروہوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ان میں ایک گروہ ادیبوں کا ہے جن کا تحقیقی میدان لسانیات نہیں تھا لیکن انہوں نے اپنے عہد کے حساب سے اہم لسانی آراء پیش کیں جن کی اہمیت لسانی سے زیادہ تاریخی ہے۔ ان افراد میں میر امن، امام بخش صہبائی، سر سید احمد خان، مولانا محمد حسین آزاد، نصیر الدین ہاشمی، سید سلیمان ندوی اور حافظ محمود شیرانی جیسے ماہرین زبان کا نام شامل کیا جا سکتا ہے۔

* شعبہ اُردو، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

دوسرا گروہ ان ماہرین کا ہے جنھوں نے ۱۹۳۰ء کی دہائی میں اور اس کے بعد یورپ کے مختلف ممالک میں لسانیات پر ڈاکٹریٹ سطح کی تعلیم وتحقیق کی طرف عملی قدم بڑھایا اور تاریخی لسانیات میں اہم اضافے کیے۔ ان افراد میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ڈاکٹر مسعود حسین خان، ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر سہیل بخاری اہم نام ہیں۔

سر جارج گریرسن نے بیسویں صدی کے شروع میں ہندوستان کی مختلف بولیوں (Dialects) اور زبانوں (Languages) کے لسانی سروے کو اپنی شہرہ آفاق کتاب (سیریز) "A Linguistic Survey of India" میں ہندوستانی زبانوں پر بالعموم اور اردو (ہندی، ہندوستانی) پر بطور خاص اہم تحقیق کتاب کا حصہ بنائی۔ اس کی اہم بات وہ لسانی شجرہ ہے جس کے تحت اردو دنیا اس تحقیق سے آگاہ ہوئی کہ اردو/ ہندی/ ہندوستانی کے آغاز کا سرا، ۱۰۰۰ سال قبل کے زمانے سے جڑتا ہے جس کو زبانوں کا جدید ہند آریائی دور کہا جاتا ہے۔ محی الدین قادری زور کے لسانی افکار کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اسی لسانی ماڈل کے ساتھ ساتھ اپنے لسانی افکار کو واضح کرنے کی سعی کی، جو اس سے قبل گریرسن کے مذکورہ بالا لسانیاتی جائزہ ہند میں ملتے ہیں۔ گریرسن اور محی الدین قادری کے لسانی افکار میں یہ بات قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہے کہ یہ دونوں ماہرین اردو زبان کو ہند آریائی زبان کے طور پر لیتے ہیں۔

ڈاکٹر محی الدین قادری زور ایسے ماہر لسانیات کے طور پر اردو زبان کی تاریخ کا حصہ بنے جنھوں نے فرانس سے باقاعدہ ڈاکٹریٹ سطح کی تحقیق کی اور آریائی زبانوں کی تشکیل اور دیگر لسانی مباحث پر مقالہ تحریر کیا۔ ۱۹۳۰ء میں ان کی ایک اہم کتاب "Hindustani Phonetics" منصۂ شہود پر آئی جس نے آریائی زبانوں کی لسانی جہات پر اہم اضافے کیے۔ یہ کتاب انگریزی زبان پیرس یونیورسٹی سار بورن سے میں شائع ہوئی (۲)۔ اردو لسانیات پر یہ کتاب اولین کتب میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں ہندوستانی زبان کا صوتیاتی تجزیہ کیا گیا ہے۔ ان کو اصل شہرت ان کی ایک مختصر مگر جامع کتاب بعنوان ''ہندوستانی لسانیات'' سے ملی۔ یہ کتاب ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب سے ان کے لسانی افکار ونظریات کو سمجھا جانا زیادہ سود مند ہے۔

''ہندوستانی لسانیات'' کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلا حصہ زبان کی ماہیت، آغاز اور تشکیل وغیرہ کے مباحث پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں زبان کی اہمیت، ضرورت اور اس کی تشکیل کے پس منظر میں کارفرما عناصر کے فطری ارتقاء پر ماہر لسانیات کی نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ زبان وہ بنیادی عنصر ہے جس کے مطالعے کے بغیر لسانیات کے مباحث ادھورے رہتے ہیں۔ زبان انسانی تاریخ کا ایسا بہترین اکتساب ہے جس پر انسانی تاریخ جتنا افتخار کر سکے جائز ہے۔ دنیا کی پہلی یا کوئی بھی زبان اپنے آغاز سے متعلق سائنسی سے زیادہ قیاسی نقطہ ہائے نظر کا شکار رہی ہے۔ لیکن اردو لسانیات کی تاریخ میں محی الدین قادری زور ایسے ماہر لسانیات کے طور پر منظر عام پر آئے

ہیں جنھوں نے زبان کو کوئی الہامی عطیہ سمجھنے کی بجائے انسانی اکتساب کے نظریے کو قبول کیا ہے(جان ہرڈر نے یہ لسانی نظریہ پیش کیا تھا)۔کتاب کے اس حصے میں زبان کی تشکیل کے دو بڑے محرکات پر بات کی گئی ہے۔ایک محرک زبان کا فطری ارتقاء ہے جس میں حروف تہجی کے اشتراکات وانسلاکات سے لے کر صوتی تغیر وتبدل کے مدارج کو سمجھایا گیا ہے۔زبان کی تشکیل کے دوسرے محرک میں ارادی تشکیل کے عنوان سے مضمون قلمبند کیا گیا ہے۔اس میں عوامی بول چال کے ساتھ ساتھ عالموں کی کاوشوں کا بھی ذکر موجود ہے۔جن کی روزمرہ اور عالمانہ گفتگو زبانوں کی تشکیل میں اہم معاون کے طور پر موجود ہوتی ہے۔تشکیلِ زبان کے عمل میں عالموں کا اہم کردار اصل میں اصطلاحات وضع کرنا ہے۔اس امر سے میں نہ صرف ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ زبان کا ڈھانچہ معتبر ہوتا ہے۔اس حصے میں زبان کے جملہ پہلوؤں پر بات کرنے لسانیات کی حدود فرائض اور تعریف کی طرف اہم پیش رفت کتاب کا حصہ ہے۔

''ہندوستانی لسانیات'' کتاب کا حصہ دوم پانچ ابواب پر مشتمل ہے جس کا مطالعہ ان کے لسانی افکار کو سمجھنے میں معاونت کرتا ہے۔اس حصے کے مشمولات سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اس حصے میں باقاعدہ لسانیات کے طریقہ تحقیق و تنقید کے مطابق مباحث کی پیش کش کا تجزیہ کیا ہے۔ لسانیات جس سائنسی منہاج (Methodology) کے اوپر زبان کی تحقیق کا ڈھانچہ کھڑا کرتی ہے اس کے عین مطابق ان کی لسانی منہاج متشکل ہوئی ہے۔لسانی مطالعے میں سب سے پہلے مفروضہ/فرضیہ لسانی محقق کے کام اور مواد کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ پہلا باب ''ہندوستانی کا آغاز'' اسی مفروضے کی پہلی سیڑھی بنتا ہے۔لسانی میدان میں پہلے سے موجود مختلف لسانی نقطہ ہائے نظر کا روایتی تعارف وتجزیہ ملتا ہے۔۱۹۳۰ء تک کی گئی لسانی تحقیق کو وہ چار اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے نشان دہی کرتے ہیں کہ ہندوستانی زبان کی ساخت ارتقا اور آغاز کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے قدیم تذکروں کو بطور مطالعہ پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔اس ضمن میں اہم بات یہ ہے کہ گو ان تذکروں میں باقاعدہ لسانی مواد شاید موجود نہ ہو لیکن ان تذکروں کی اہمیت یہ ہے کہ ان میں تذکرہ نگاروں نے مختلف ادوار اور علاقوں کی ہندوستانی زبان کے شعری نمونہ کو محفوظ کر دیا ہے۔مثال کے طور پر اگر دکنی دور کا تجزیہ کیا جانا مقصود ہو تو ولی دکنی کے علاوہ اس کے عہد کے باقی دکنی شعراء کا کلام بطور نمونہ وتجزیہ انہیں تذکروں سے مل سکے گا۔

''ہندوستانی لسانیات'' تحریر کرنے سے پہلے قادری زور نے اس وقت تک ہونے والی لسانی تحقیقات کا نہ صرف بہ نظر عمیق مطالعہ کیا بلکہ ان پر سائنسی اندازِ تحقیق کے ساتھ لسانی مباحث کا آغاز کیا۔جدید اردو لسانیات کی تاریخ میں اگر ان کو پہلا لسانیاتی نقاد کہا جائے تو یہ بے جا نہیں ہوگا۔بیسویں صدی کے پہلے عشرے سے مختلف رسائل وجرائد میں اردو اور پنجاب سے متعلق مباحث کا آغاز ہو چکا تھا،لیکن باضابطہ طور پر کوئی ایسی کتاب سامنے نہیں آئی

تھی جس سے اس لسانی تحقیق کو اعتبار کا درجہ ملتا چنانچہ ۱۹۲۳ء میں ''دکن میں اردو'' (نصیر الدین ہاشمی) شائع ہوئی۔ اس کتاب نے تاریخی لسانیات کی تحقیق کے میدان میں خاصی اہمیت حاصل کی۔محی الدین قادر زور نے اس کتاب میں پیش کیے گئے اس لسانی نظریے کو درست نہیں مانا کہ اردو دکن میں پیدا ہوئی ہے۔ ہاشمی کا خیال تھا کہ عرب اور جنوبی ہند کے علاقوں کے مابین تجارتی تعلقات نے اور دوسرے مرحلے پر شمال سے جنوبی ہند کی طرف مسلمانوں کی ہجرت نے اردو زبان کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کیا۔اس ضمن میں قادری زور کا نقطۂ نظر اس طرح سامنے آیا:

> ''بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ اس ہندو مسلمان میل جول کی وجہ سے ایک زبان بنی تھی جو موجودہ اردو کی ماں تھی... یہ خیال کچھ قابلِ لحاظ نہیں ہے کیونکہ اردو ایک آریائی زبان ہے اور ان قدیم عرب مہاجرین میں سے اکثر نے ایک ایسی سرزمین کو اپنا وطن بنایا جہاں ڈراویڈی زبانیں بولی جاتی تھیں... ان میں سے بعض نے مہاراشٹر میں قیام کیا تو اس قسم کے میل جول کا نتیجہ ایک ایسی زبان ہوئی جو محض عربی اور مہاراشٹری عناصر پر مبنی ہوئی حالانکہ اردو زیادہ تر فارسی سے متاثر ہوئی ہے۔ نہ کہ عربی سے۔''(۳)

مذکورہ بالا اقتباس میں قادری زور کے لسانی استدلال سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہندوستانی زبانوں مختلف لسانی خاندانوں میں ہونے کی بخوبی معلومات رکھتے تھے جبکہ نصیر الدین ہاشمی کے ہاں اس بات کا شعور موجود نہ تھا کہ جنوبی ہند کے خطے کی زبانوں کی کثیر تعداد دراوڑی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ یہاں یہ امر توجہ طلب ہے کہ دو مختلف خاندان کی زبانوں کے اختلاط سے کبھی بھی تیسری زبان معرض وجود میں نہیں آسکتی۔اور اردو کے معاملے میں تو یہ امر دلچسپی کا باعث ہے کہ یہ آریائی خاندان کی زبان ہے۔سادہ الفاظ میں یہ بات یوں لکھی جاسکتی ہے کہ سامی خاندان کی زبان (عربی) اور دراوڑی خاندان کی زبانیں (کنڑا، تیلگو، ملیالی اور مہاراشٹری وغیرہ) اول تو اس حد تک ایک دوسرے میں ضم نہیں ہوسکتیں کہ کوئی تیسری زبان ان میں سے طلوع ہو۔دوسرا یہ بات بھی ممکن العمل نہیں کہ تیسری بننے والی زبان کسی تیسرے خاندان (آریائی) سے تعلق رکھتی ہو۔ ۱۹۱۵ء کے قریب علامہ سلیمان ندوی نے اردو زبان کے آغاز،تشکیل اور ارتقاء پر اپنے لسانی افکار مختلف مضامین کی صورت میں اجلاس میں پڑھنا شروع کیے جو بعد میں ۱۹۳۹ء میں کتابی شکل (نقوشِ سلیمانی) میں شائع ہوئے۔ چونکہ لسانیات کے مرد میدان نہیں تھے اس لیے اسی رستے پر چل نکلے جس کے تحت اردو زبان کے آغاز کا سہرا کسی علاقے کی نسبت سے طے کیا جاتا تھا۔محمد بن قاسم کی سندھ میں آمد (۷۱۲ء) اور وہاں عربی و فارسی زبان بولنے والی آبادی کی موجودگی سے ان کو یہ گمان گزرا کہ اردو سندھ میں متشکل ہوئی۔ یہ خیال درست اس لیے بھی نہیں ہے کہ عربی فارسی اور سندھی کے دو تین صدیوں پر محیط لسانی اختلاط سے نئی زبان بننا بعید از امکان ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس عرصے میں قدیم سندھی زبان میں نئی بدیسی

زبانوں کے الفاظ کی آمد سے سندھی زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہونا شروع ہوا ہوگا۔ اس زبان کو جدید سندھی تو کہا جانا چاہیے نہ کہ اردو۔ (۴)

حافظ محمود شیرانی نے اپنی کتاب پنجاب میں اردو (۱۹۲۸ء میں مختلف تاریخی اور لسانی حوالوں سے یہ نقطہ نظر ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اردو زبان کی ابتداء خطہ پنجاب بالخصوص لاہور کے علاقے میں ہوئی۔ یہ نقطہ نظر مختلف حوالوں کے ساتھ اردو زبان کے اہم معاون مواد کے طور پر تو تسلیم کیا ہے لیکن مکمل طور پر اس نظریے کی صحت سے انکار کیا ہے۔ شیرانی کے نظریے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اُن [محمود شیرانی] کے اہم لسانی دلائل جن کی بناء پر وہ اردو کو بہ نسبت برج بھاشا کے پنجابی سے زیادہ قریب اور مشترک قرار دیتے ہیں دو قسم کے ہیں۔ پہلی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پنجابی اور اردو دونوں ایک ہی اصول کے تحت لسانی اور نحوی ارتقا پاتے رہے ہیں۔ ان کی دوسری دلیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اردو میں چند اجزا ایسے ہیں جن کی توضیح صرف عصرِ حاضر کی پنجابی ہی کے مطالعہ اور اس پر غور وخوض کرنے سے ہوسکتی ہے۔ نیز یہ خصوصیتیں زیادہ تر لفظی حیثیتوں اور صوتی تغیرات سے متعلق ہیں۔ جو خصوصیتیں براہِ راست تعمیر زبان سے تعلق رکھتی ہیں، موجودہ اردو میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ وہ صرف قدیم دکنی کارناموں میں نظر آتی ہیں۔'' (۵)

مذکورہ بالا اقتباس شیرانی کے نظریے پر قادری زور کے لسانی افکار کی چند جہات کو نمایاں کرتا ہے۔ اول یہ کہ قادری زور پنجابی کے ساتھ ساتھ برج بھاشا کو بھی قدیم اردو کی تشکیل میں شراکت دار خیال کرتے ہیں۔ اردو اور برج بھاشا کے تعلق کا اعادہ کرنا غیر معمولی بات ہے۔ یہاں یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ سب سے پہلے جان گل کرسٹ نے اپنی کتب میں اردو زبان کی تشکیل کا مضبوط تعلق برج بھاشا سے طے کیا تھا اور اس پر لسانی تحقیق کا ایک در وا کیا تھا۔ (راقم نے اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے میں بعنوان ''جان گل کرسٹ کی لسانی خدمات'' (۲۰۱۴ء) میں اس نکتہ پر تفصیلی بحث کی ہے)۔ شیرانی کے نقطہ نظر سے اختلاف کرتے ہوئے ان کا لکھنا ہے کہ ان کے لسانی دلائل سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ اردو پنجابی سے مل کر بنی ہے کیونکہ لفظی اور صوتی تغیرات زبان کے بیرونی مظاہر کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اس پہلو کو ہم زبان کی آلاتی حیثیت (Instrumental) کا نام دے سکتے ہیں۔ آلاتی حیثیت سے زبان کا افادی پہلو سامنے آتا ہے۔ جبکہ زبان کی تشکیل کے تغیرات کا اندازہ اس کے اندرونی نظام (گریمر) سے لگایا جاتا ہے۔ یہی پہلو زبان کی تعمیر کا محرک بنتا ہے۔ قادری زور کا خیال ہے کہ یہ تعمیر و تشکیل کا پہلو قدیم دکنی زبان کے نمونے سے ملا کر دیکھا جانا چاہیے۔ عہد حاضر کی اردو میں یہ عنصر موجود نہیں ہے۔ اس اقتباس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ اگر صرف نحوی سطح پر اردو کی مماثلتیں پنجابی سے ثابت

ہوں تو اس کی جنم بھومی پنجاب قرار دے دی جائے۔ اردو کی مماثلتوں کو قدیم دکنی نمونوں میں تلاش کیا جائے تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو دکن میں پیدا ہوئی ہے؟ اگر ''دکن میں اردو'' کی صحت سے انکار کیا جا سکتا ہے تو اس بنیاد پر ''پنجاب میں اردو'' پر سنجیدہ سوالیہ نشانات لگائے جا سکتے ہیں۔

اردو کے آغاز کے مباحث میں عرب و عجم کے علاقوں سے آنے والے فاتحین کی ہندوستان آمد اور حکمرانی سے تاریخی لسانیات کی ابتدائی تحقیقات مختلف مغالطّوں اور مبالغوں کا شکار ہوئی۔ اس سلسلے میں فارسی اور مقامی زبان ہندی/ ہندوی کے باہمی اختلاط کو قیاسی انداز سے زیر بحث لا کر نظریہ سازی کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے آغازِ زبان کا مسئلہ ہنوز تنازعات کا باعث ہے۔ قادری زور کا لسانی نظریات کا جائزہ لیا جائے تو علم میں آتا ہے کہ قادری زور نے اس کتاب میں ایک ایسے نکتے کی طرف اشارہ دے دیا تھا جس کی توضیح آگے چل کر ڈاکٹر مسعود حسین خان کے لسانی نظریات سے بخوبی ہوئی۔ ان کا درج ذیل اقتباس نہ صرف یہ کہ ان کو اولین لسانی محقق کا درجہ دینے کے لیے معاون ہے بلکہ آگے چل کر یہ مسعود حسین خان کے لسانی نظریات کی بنیاد بنتا ہے۔ قادری زور کا یہ استدلال غور طلب ہے:

> ''اردو کا سنگ بنیاد دراصل مسلمانوں کی فتح دہلی سے بہت پہلے ہی رکھا جا چکا تھا... اردو اس زبان سے متعلق ہے جو بالعموم نئے ''ہند آریائی دور'' میں اس حصۂ ملک میں بولی جاتی تھی جس کے ایک طرف عہدِ حاضر کا شمال مغربی سرحدی صوبہ ہے اور دوسری طرف الہ آباد۔ اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اردو اس زبان پر مبنی ہے جو پنجاب میں بارہویں صدی عیسوی میں بولی جاتی تھی۔ مگر اس سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس زبان پر مبنی نہیں ہے جو اس وقت دہلی کے اطراف اور دوآبہ گنگ و جمنا میں بولی جاتی تھی۔ کیونکہ ہند آریائی دور کے آغاز کے وقت پنجاب کی اور دہلی کے نواح کی زبانوں میں بہت کم فروق تھا۔''(۲)

مذکورہ بالا نقطہ نظر اس کتاب سے قبل ان کی انگریزی کتاب ''ہندوستانی فونے ٹکس'' میں پیش کیا گیا تھا جو انگریزی میں تھی۔ اس ایک اقتباس کی ادھوری خواندگی اور غیر واضح لسانی تفہیم نے اکثر اوقات نقادوں کو مخمصے میں ڈالے رکھا ہے۔ اس ایک اقتباس کی بدولت جو نظریہ اخذ کیا گیا ہے راقم کی لسانی تفہیم، اس کے بالکل برعکس نتائج اخذ کر رہی ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ قادری زور نے اردو کے آغاز کے پنجاب سے متعلق نظریے کی توثیق کرتے ہوئے اس کے حق میں لسانی دلائل دیے ہیں۔ راقم اس نقطہ نظر سے اتفاق نہیں کرتا۔ عصرِ حاضر کے نامور لسانی محقق اور نقاد، ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ اپنی کتاب اردو کی لسانی تشکیل میں اردو کے آغاز کے نظریات پر تبصرہ کرتے ہوئے اس مغالطے کا شکار ہوئے ان کے ان الفاظ سے ان کا نقطہ نظر واضح ضرور ہوتا ہے لیکن راقم بہ صد احترام ان

سے اختلافِ رائے رکھتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر سینتی کمار چڑجی (۱۸۹۰۔۱۹۷۷ء) کی تصنیف دی اوریجن اینڈ ڈیولپمنٹ آف دی بنگالی لنگوئج (کلکتہ، ۱۹۲۶ء) شائع ہوئی جس کی جلد اول کے مقدمے میں انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ نواح دہلی کی موجودہ بولیوں کا تشخص مسلمانوں کے داخلۂ دہلی کے وقت تک نہیں ہوا تھا اور لاہور تا الہ آباد ایک ہی قسم کی زبان رائج تھی۔ بعد کو اس نقطہ نظر کی تائید ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور (۱۹۰۵ء۔۱۹۶۲ء) نے بھی کی جنہوں نے اس علاقے کی توسیع الہ آباد تا شمال مغربی سرحدی صوبہ تک کر دی اور اردو کو اس زبان پر مبنی بتایا جو پنجاب میں بارہویں صدی عیسوی میں بولی جاتی تھی۔(۷)

اسکا مطلب ہوا کہ بارہویں صدی عیسوی میں شمال مغربی سرحدی صوبہ (موجودہ خیبر پختونخواہ) سے الہ آباد تک ایک جیسی زبان موجود تھی۔ دوسرا یہ کہ اردو پنجاب میں بنی، پہلے نکتے کا جواب یہ ہے کہ ہندآریائی زبانوں کی تشکیل اور ارتقاء کے جدید دور کا آغاز کم و پیش بارہویں صدی سے سمجھا جاتا ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہے کہ بارہویں صدی کے آس پاس اس ایک ہزار میل کے محیط میں کسی ایک زبان کا بولے جانا ناممکن الوقوع معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو اس عہد میں مختلف علاقوں میں مختلف اشکال میں موجود تھی جس کو ادب کی زبان میں ریختہ کہا جا سکتا ہے اور لسانیات کی زبان میں بولی (Dialect)۔

اوپر کی تمام بحث سے ابھی تک قادری زور کا لسانی نظریہ واضح نہیں ہوتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ابھی تک کی بحث میں سے کوئی واضح نقطہ نظر اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنی سی بحث سے لسانی محققین نے ان کا پورا لسانی نظریہ اخذ کر لیا۔ تحقیق کو آگے بڑھائیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں بتانا مشکل ہے کہ کس وقت پر پنجاب کی زبان اور نواح دہلی کی زبان میں فرق آنا شروع ہوا۔ آگے لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے دہلی پر قبضے کے بعد (۱۱۹۳ء) یہ فرق آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا اور دونوں مقامات کی زبانیں پنجابی اور کھڑی بولی میں بٹتی چلی گئیں۔ یہ امر غور طلب ہے کہ مسلم حملہ آور پنجاب کے علاقوں سے لاہوری زبان بولتے آئے تھے۔ یہ زبان اپنی صوتیاتی ترکیب میں برج بھاشا سے زیادہ کھڑی بولی کے قریب تھی چنانچہ ان کو کھڑی بولی اختیار کرنا زیادہ سودمند نظر آیا ہوگا چنانچہ کھڑی بولی میں تیزی سے باہر سے آئی ہوئی زبانوں کے الفاظ شامل ہوتے گئے ہوں گے۔ ان کا لسانی نظریہ ان کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے جو نہایت اہمیت کا حامل ہے وہ لکھتے ہیں:

''اردو نہ تو پنجابی سے مشتق ہے اور نہ کھڑی بولی سے۔ بلکہ اس زبان سے جو ان دونوں کی مشترک سرچشمہ تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ بعض باتوں میں پنجابی سے مشابہہ ہے اور بعض میں کھڑی سے۔ لیکن مسلمانوں کے صدر مقام صدیوں تک دہلی اور آگرہ

رہے ہیں۔اس لیے اردو زیادہ تر کھڑی بولی ہی سے متاثر ہوتی گئی۔"(۸)

مذکورہ بالا اقتباس سے ہرگز یہ واضح نہیں ہوتا کہ قادری زور اردو زبان کے آغاز کا سرچشمہ پنجابی کو گردانتے ہیں۔اس لیے سب سے پہلے تو یہ صراحت ضروری ہے کہ وہ اردو کے آغاز کو پنجاب سے منسلک کرتے ہیں تو اسی عہد میں اس کے ابتدائی آثار بھی کھڑی بولی سے بھی اتنے ہی گہرے بتاتے ہیں۔اب یہاں پر یہ امر قابل توجہ ہے کہ پنجابی اور کھڑی بولی ایک ہی مشترک سرچشمے یعنی شورسینی اپ بھرنش سے طلوع ہوئی ہیں، اس لیے ان میں قواعدی مماثلتیں ملنا غیر معمولی بات نہیں البتہ یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ صرفی صوتی قواعدی سطح پر پنجابی زبان اور کھڑی بولی ایک جیسی زبانیں ہوں۔اب قیاس اغلب ہونا چاہیے کہ اگر اردو پنجابی کی نسبت کھڑی بولی سے زیادہ ملتی جلتی ہے تو اس کے آغاز کے شواہد کو دہلی کی بولیوں میں ہی تلاش کرنا چاہیے۔یہاں یہ امر بھی اہم ہے کہ پشاور کی اردو (ہندوستانی) اور الہ آباد کی ہندوستانی میں لامحالہ خاصا فرق ہونا چاہیے۔یہ کیسے ممکن ہے کہ پشاور سے لے کر الہ آباد بنگال تک اردو یا ہندوستانی بغیر کسی فرق سے بولی جاتی ہو۔اس بات کی لسانی دلیل یہ ہے کہ بارہویں صدی کے معلوم شعری ادب پاروں کے مختلف علاقائی نمونوں میں واضح فرق دیکھا جاسکتا ہے۔لسانیاتی تنقید میں ان کی اولیت اور لسانی نظریے پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سیدہ جعفر کا یہ بیان خصوصی اہمیت کا حامل ہے بلکہ اس میں راقم کے مقالے کی تائید بھی ملتی ہے۔وہ لکھتی ہیں:

> "ہندوستان کی آوازوں کے تجزیے کا کام پہلی مرتبہ ڈاکٹر زور کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا اور اس کی اولیت کا سہرا انھیں کے سر ہے۔ڈاکٹر زور نے زبان کے آغاز سے متعلق اپنا مخصوص نظریہ پیش کیا جس کی رو سے اردو، پنجابی اور کھڑی بولی کے ماخذ سے تشکیل پائی ہوئی بولی قرار دی گئی ہے اور ڈاکٹر زور بارہویں صدی سے قبل مغرب میں صوبہ سرحد سے لے کر مشرق میں الہ آباد تک کے علاقے کو اس کا زیر اثر تصور کرتے ہیں۔ اس نظریے سے اختلاف کی گنجائش بھی موجود ہے۔"(۹)

اب تک کی گئی لسانی تنقید کو چند سطور میں سمیٹا جائے تو یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں کہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور پہلے لسانی نقاد ہیں جنھوں نے پہلی مرتبہ ہندوستانی صوتیات (اصوات) کا لسانی تجزیہ کر کے اردو میں اطلاقی لسانیات (Applied Linguistics) کی بنیاد ڈالی۔انہوں نے اردو زبان کی لسانی تاریخ کا قیاسات کی بجائے سائنسی انداز سے مطالعہ اور تجزیہ کیا اور ایک غیر جانبدار ماہر لسانیات کے طور پر تاریخی لسانیات کا تجزیہ کیا۔بیسوی صدی کی تیسری دہائی میں تاریخی لسانیات ابھی سائنسی میدان میں داخل نہ ہوئی تھی۔محی الدین قادری زور اس حساب سے وہ پہلے ماہر لسانیات کے طور پر لسانی منظرنامے کا حصہ بنتے ہیں جنھوں نے سب سے پہلے لسانی تحقیق اور تنقید کا آغاز کیا۔چونکہ ان کا براہِ راست تعلق لسانیات کے شعبے سے تھا اس لیے ان کی لسانی تنقید میں ایک

طرح کے ابہام یا الجھاؤ کی کیفیت ملتی ہے۔راقم کا خیال ہے کہ قادری زور نے اپنے کام سے قبل کے لسانی تنقیدی سرمائے کے مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ان میں موجودہ خامیوں کو پُر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کسی نقطہ نظر کو سراسر غلط نہیں کہا جوان کے لسانی مزاج کا پتہ دیتی ہے۔اس کے علاوہ یہ کہ انہوں نے اردو زبان کے آغاز پر کوئی واضح نقطہ نظر یا نظریہ دینے کی بھی کوشش نہیں کی۔ ہمارے لسانی نقادوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ ہر اہم ماہرین لسانیات کی تحقیقات سے کوئی واضح نظریہ نقطہ نظر اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔راقم قادری زور کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ان کے لسانی نظریات کو سمجھنے کے لیے یہ طریقہ کار موزوں نہیں کہ ان سے بھی اردو کے آغاز وابتداء کے واضح لسانی نظریے کی توقع کی جائے۔ بلکہ ان کی اس اولیت کا اظہار کیا جانا چاہیے کہ اردو تاریخی لسانیات کی ذیل میں وہ پہلے لسانی نقاد ہیں جنہوں نے ایک سائنس دان کی طرح ۱۹۳۰ء سے قبل کی لسانیاتی تاریخ کا لسانی تجزیہ کر کے اس میں موجود مسائل کو نہ صرف واضح کیا بلکہ ان کی درست تفہیم کو ہندوستانی لسانیات کے صفحات پر رقم کیا۔عصر حاضر میں جدید لسانیاتی تنقید پر انکی فہم اور منہاض کا گہرا اثر دکھائی دیتا ہے۔

حوالہ جات اور حواشی

۱۔ جان بورتھ وک گل کرسٹ نے اپنی لغت،(A DIctionary, English and Hindoostanee...,1786) میں ایک ضخیم مقدمہ تحریر کیا تھا،جس میں اردو (ہندوستانی) اور اسکی تاریخ پر نئے مباحث کا آغاز کیا۔ان صفحات میں انکی ان لسانی آراء کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

۲۔ ضیاء الدین انصاری،ڈاکٹر،''زور صاحب کی تصانیف کا تعارف''،مشمولہ محی الدین قادری زور، مرتبہ خلیق انجم،ثمر آفسیٹ پرنٹرز،نئی دلی،۱۹۸۹،ص۱۷۴

۳۔ محی الدین قادری زور،سید،ڈاکٹر،''ہندوستانی لسانیات''،مکتبہ معین الادب،لاہور،۱۹۵۰ء،طبع ثانی،ص۸۸

۴۔ ایضاً،ص۸۸

۵۔ ایضاً،ص۹۰-۸۹

۶۔ ایضاً،ص۹۱-۹۰

۷۔ خلیل احمد بیگ،ڈاکٹر،''اردو کی لسانی تشکیل''،ایجوکیشنل بک ہاؤس،علی گڑھ،۲۰۰۰ء،طبع سوم،ص۱۷-۱۶

۸۔ محی الدین قادری زور،سید،ڈاکٹر،''ہندوستانی لسانیات''،ص۹۲-۹۱

۹۔ سیدہ جعفر،پروفیسر،ڈاکٹر،''ہندوستانی ادب کے معمار''،ساہتیہ اکادمی،نئی دہلی،۱۹۹۰ء،اشاعت دوم،ص۱۲۲